مجلّہ 'فنون' کی تحقیقی جہت: ایک جائزہ

ڈاکٹر ابرار آبی*

Abstract:

It is one general perception about the literary journals that they have only poetry, fiction and other creative genres alongwith some criticism in their contents. This article dismantles the perception and tells us that the literary Journals have some research articles too. There appeared much research debate on the pages of Funoon. In its very first issue there was a marvelous research article about God. Till the latest issue this tradition is alive. In this article, this tradition has been highlighted and analyzed.

اگرچہ تمام ادبی جرائد کا مطمع نظر فروغ ادب ہی رہا ہے، لیکن ہر ادبی جریدے کا امتیازی تشخص بھی متشکل ہوا ہے۔ یہ تشخص یا امتیازی پہچان مختلف انداز میں بنی ہے۔ فکری لحاظ سے بھی اور اصنافِ ادب سے تخصیصی وابستگی سے بھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ادبی جریدے میں جہاں تخلیقات شائع ہوئی ہیں وہاں تحقیقی اور تنقیدی مضامین بھی ان میں شامل رہے ہیں، لیکن بہ حیثیت مجموعی ان جرائد میں تخلیقات کا تناسب نمایاں رہا ہے۔ تنقیدی مضامین بھی ان جرائد میں شامل رہے ہیں۔ تاہم جو شعبہ سب سے کم توجہ کے لائق سمجھا گیا وہ تحقیقی ادب کا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ہر جریدے نے اپنی اشاعت میں تحقیقی مقالات کو بھی جگہ دی ہے، لیکن یہ نسبتاً کم ہی رہی۔ دوسری جانب اورینٹل کالج میگزین لاہور واحد ادبی جریدہ ہے جسے مکمل تحقیقی جریدہ کہا جا سکتا ہے۔ 'صحیفہ' لاہور کی پہچان میں اس کے تحقیقی میلان کا بھی ایک کردار ہے۔ کسی حد تک 'نقوش' نے بھی تحقیق پر توجہ دی ہے، لیکن تحقیق جس سنجیدگی اور توجہ کی متقاضی ہے اردو کے اکثر ادبی جرائد نے بالعموم تحقیق کو اس نظر سے نہیں دیکھا ہے۔ اس پس منظر میں یہ رائے قائم

* شعبۂ اُردو، گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان۔

کرنا خلافِ حقائق نہیں ہوگا کہ لاہور میں اردو جرائد نے جس تحقیقی روایت کو قائم کیا ہے وہ تخلیقی اور تنقیدی روایت کی طرح توانا اور بھرپور نہیں ہے۔

اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۲۵ء میں جاری ہوا(۱) اورینٹل کالج میں تعلیم و تربیت کا مقدس فریضہ سرانجام دینے والوں میں مولانا فیض الحسن سہارن پوری، مولانا عبدالحکیم کلانوروی، قاضی ظفرالدین، مولانا محمد حسین آزاد، ڈاکٹر آرنلڈ، مولوی محمد شفیع، اولاداں حسین شادانی بلگرامی اور حافظ محمود شیرانی جیسی نابغہ روزگار شخصیات شامل رہی ہیں جن کی علمی اور ادبی حیثیت مسلم رہی ہے۔ اورینٹل کالج میگزین نے ان اصحاب کی تحقیقی کاوشوں کو منظرِ عام پر لاکر تحقیقی ادب کی حقیقی خدمت کی ہے۔

تحقیقی میلان رکھنے والا دوسرا ادبی جریدہ 'صحیفہ' ہے جو ۱۹۵۷ء میں لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا۔ ادارت سید عابد علی عابد کے ذمے تھی جو اردو کے نامور ادیب اور شاعر تھے۔ انہوں نے 'صحیفہ' کی مسلمہ ادبی حیثیت اور اہمیت کے حصول کے پیشِ نظر انتخاب کا معیار کڑا رکھا۔ یوں 'صحیفہ' کی اشاعت میں شمولیت کے لیے بنیادی شرط ادبی معیار رہا ہے۔ لاہور ہی سے شائع ہونے والے دیگر ادبی جرائد جن میں 'ہمایوں'، 'نیرنگِ خیال'، 'ادبی دنیا'، 'ادبِ لطیف' اور 'نقوش' کے مجموعی میلانات تخلیقی اور تنقیدی رہے ہیں۔ ایسا نہیں کہ ان جرائد میں کبھی کوئی تحقیقی مقالہ شائع نہیں ہوا۔ گاہے گاہے ان جرائد کے صفحات پر بھی کوئی نہ کوئی تحقیقی مقالہ موجود رہا ہے اور ان میں بعض کی ادبی اور تحقیقی جہت اور اہمیت سے انکار بھی نہیں، لیکن اردو تحقیق اور اس کے فروغ کے لیے کوئی باقاعدہ اور منظّم اہتمام دیکھنے میں نہیں آتا ہے۔

مجلّہ 'فنون' کی جب ۱۹۶۳ء میں اپنی اشاعت کی ابتدا ہوئی تو شمارہ (اپریل ۱۹۶۳ء) میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا تحقیقی مضمون 'غالب کے غیر مطبوعہ خطوط' کے عنوان سے شامل ہوا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے اس مضمون میں غالب کے ان چار خطوط کو شامل کیا گیا جو غالب نے پرگنہ مہولی، ضلع پٹہ پور کے تعلقہ دار حاجی نعمان احمد صاحب کے نام لکھے تھے۔ غالب نے انہیں 'حضرت فلک رفعت'، 'مخدوم و مکرم'، 'جمیل المناقب' اور 'عمیم الاحسان' کہا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اُن کی نظم و نثر کو سراہا ہے۔ اپنا ہم فن اور ہم زبان قرار دیا ہے(۲)۔ غالب کے چار خطوط مختلف تاریخوں مثلاً پہلا خط ۵ر ستمبر ۱۸۶۶ء کو، دوسرا خط ۶ر اکتوبر ۱۸۶۶ء کو، تیسرا خط ۱۹ر اکتوبر ۱۸۶۶ء جبکہ چوتھا اور آخری خط ۱۷ر دسمبر ۱۸۶۶ء کو لکھا۔ غالبؔ کے یہ خطوط برٹش میوزیم لائبریری میں اردو مخطوطات کی ہینڈ لسٹ میں موجود ہیں اور ان کا نمبر OR12035 ہے۔ بلوم ہارٹ کی مرتّبہ کی گئی برٹش میوزیم کے شعبہ مشرقی کی مطبوعہ اردو کیٹلاگ میں ان خطوط کا ذکر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے

کہ یہ خطوط اس فہرست کے مرتب ہونے کے بعد برٹش میوزیم میں پہنچے تھے (۳)۔ غالب حاجی نعمان احمد صاحب کے نام ۵ر ستمبر ۱۹۶۶ء کو لکھے گئے اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''واللہ میرے ایجاد کیے طرز میں آپ سے بہتر نثر کسی نے نہیں لکھی۔ یہ نہ مبالغہ ہے نہ غلق۔ آپ سچ ارشاد کریں کہ بعض اشخاص جو اس روش پر چلتے ہیں با آں کہ خوش افتاد نہیں لیکن مجھ کو بُرا جانتے ہیں اور بُرا کہتے ہیں۔ یہ حق ناشناسی یا ناانصافی ہے یا نہیں۔ اس کا جواب ضرور دیں۔'' (۴)

علاوہ ازیں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا تحقیقی مضمون 'میر حسن کی غیر مطبوعہ غزلیں' خاصے کی چیز ہے۔ 'فنون' (دسمبر ۱۹۶۶ء) کا ایک اور اہم تحقیقی فن پارہ محمد اکرام چغتائی کی تحریر 'مائل دہلوی کا ایک تاریخی قطعہ' ہے، جس میں اُن کا دعویٰ ہے کہ لفظ اردو بطور زبان پہلی بار مائل دہلوؔی کے ہاں استعمال ہوا ہے جو کہ دہلی کے رہنے والے تھے اور اُن کا اصل نام میر محمدؔی تھا۔ محمد اکرام چغتائی نے مائل دہلوؔی کے قطعہ کی اہمیت سے قبل مائل دہلوی کے حالاتِ زندگی کا اجمالی جائزہ لیا تھا جن کے مطابق مائل دہلوی پہلے مولوی قدرت اللہ اکبر آبادی اور بعد میں قائم کے شاگرد رہے۔ محمد اکرام چغتائی نے یہ رائے اقتداء حسن کی رائے پر قائم کی ہے۔ جن کے خیال میں قدرت کے (۱۱۷۰ء کے لگ بھگ) دہلی سے جانے کے بعد مائل دہلوی نے قائؔم سے مشورہ سخن شروع کر دیا ہوگا۔ محمد اکرام چغتائی کے مطابق اقتداء حسن نے یہ رائے کلیاتِ قائؔم کے مقدمہ میں دی ہے اور اس کی تائید قائؔم کے خود اپنے تذکرہ مخزن نکات سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے مائل کو اپنا شاگرد لکھا ہے (۵)۔ مائل دہلوی کی سنِ پیدائش معلوم نہ ہونے کے ساتھ ساتھ سالِ وفات پر بھی قیاس ہی کیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ وہ ۱۲۲۷ھ سے قبل انتقال کر چکے تھے۔ محمد اکرام چغتائی نے یہ رائے اعظم الدولہ سرور کے تذکرہ 'عمدہ منتخبہ' (۱۲۲۷ھ) سے اخذ کی ہے جس میں مائل دہلوی کو مرحوم لکھا گیا ہے۔

محمد اکرام چغتائی نے مائل دہلوی کے قطعہ کی نمایاں خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں پہلی دفعہ اردو شاعری کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ دوسرے اس میں پہلی بار لفظ اردو بمعنی زبان استعمال ہوا ہے اس سے ان نظریات کی نفی ہوتی ہے جن کے مطابق لفظ 'اردو' بمعنی زبان پہلی دفعہ ۱۸۵۷ء میں استعمال ہوا یا میر عطا حسین حسینی نے 'نوطرزِ مرصع' میں یہ لفظ استعمال کیا یا پہلی بار مصحفؔی کے ہاں استعمال ہوا، لیکن مائل کے قطعہ سے مذکورہ تمام نظریات کی تردید ہو جاتی ہے۔ مائل نے اس قطعہ میں تین جگہ لفظ 'اردو' بمعنی زبان استعمال کیا ہے (۶)۔ مزید یہ کہ اس میں ایسے شعراء کا کلام بھی موجود ہے جن کا ایک شعر بھی کسی تذکرے میں درج نہیں۔

قطعہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

مائل سے ایک شخص نے پوچھا یہ آن کر　　بتلا کہ شعر ہندوی کس عہد سے چلا

لفظ 'اردو' بمعنی زبان کا استعمال:

بولا وہ شخص یہ تو کہانی میں سب سُنی　　اردو کا تین(؟) بتا دے مسلسل کھلا کھلا
بولے وہ سُن کے اردو کا میں پوچھتا تھا حال　　تم کھول بیٹھے پترہ اس شہر کا بھلا
مشہور خلق اردو کا تھا ہندوی لقب　　اگلے سفینوں بیچ یہ لکھ گئے ہیں سب ملا

مائل دہلوی نے اپنے اس قطعہ میں امیر خسرو دہلوی اور شاہ گل دہلوی کا ریختہ، سعد اللہ گلشن اور ولؔی کی غزلیات، شاہ حاتم اور سوداؔ، قائم چاند پوری کا ریختہ بھی شامل کیا ہے۔

پروفیسر محمود شیرانی کی کتاب 'پنجاب میں اردو' (۱۹۲۸ء) نے اردو کی جنم بھومی کی بحث میں پنجاب کا مقدمہ پیش کیا تھا۔ بعد میں اسی بحث میں کئی اور علاقوں سے اسی قسم کا دعویٰ بھی سامنے آیا مثلاً 'بہار میں اردو'، 'سندھ میں اردو'، 'بھوپال میں اردو'، 'مدراس میں اردو' اور 'یوپی میں اردو' وغیرہ۔ اس طرزِ تحقیق کا ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ ان علاقوں سے قدیم اردو زبان کا سب سرمایہ منظرِ عام پر آیا۔ دوسرے اس سے ماہرینِ لسانیات کو اردو کی ہمہ گیری کا احساس بھی ہوگیا۔ 'پنجاب میں اردو (مزید تحقیق)' محمد اکرام چغتائی کا تحقیقی مقالہ ہے(۷)۔ جس میں انہوں نے رائے ظاہر کی ہے کہ پروفیسر محمود شیرانی کی تصنیف 'پنجاب میں اردو' کا محرک وہ لسانی اور ادبی جھگڑے تھے جو بیسویں صدی کے اوائل سے اہلِ زبان اور پنجاب کے مصنّفین کے مابین شروع ہو گئے تھے۔ ابتداء میں یہ جھگڑے لسانی اور عروضی نوعیت کے تھے بعد میں بات ذاتیات تک پہنچ گئی۔ دہلی اور لکھنؤ کے مصنّفین نے پنجاب کے صرف اُن ادیبوں کی اردو کی خدمات کو تسلیم کیا ہے جو اہلِ زبان تھے۔ اس لیے ضروری تھا کہ ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا جائے۔

اہلِ پنجاب کی اردو زبان کی خدمات کے حوالے سے مضامین اور اُن کے تردیدی مضامین کا سلسلہ تو بیسویں صدی کے آغاز میں شروع ہوا تھا۔ اس سلسلے میں پنجابی انبالوی، مولوی ممتاز علی، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اور پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کے نام آتے ہیں۔ اسی سلسلے میں محمد اکرام چغتائی نے مختلف حوالوں سے پروفیسر محمود شیرانی کے موقف کو تقویت دی ہے کہ پنجاب ہی اردو کا مولد ہے۔ انہوں نے اپنے طویل تحقیقی مقالے میں کہا ہے کہ محمود شیرانی سے پہلے بھی پنجاب میں اردو سے متعلق جو کام ہوا اس کی تحقیقی اہمیت کی نسبت جذباتیت سادہ ہے، لیکن افادیت سے انکار نہیں۔ محمود شیرانی نے تحقیقی انداز سے ان تمام مساعی کو مربوط اور یکجا کیا ہے اور پنجاب کے قدیم اردو شعراء کا اردو کلام بڑی جانفشانی سے مختلف قلمی بیاضوں سے جمع کیا ہے۔

سید معین الرحمٰن کا تحقیقی مقالہ 'اردو کا پہلا افسانہ' اس لحاظ سے اہم ہے کہ انہوں نے اردو افسانے کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے جس کے مطابق پریم چند اردو کے اوّلین افسانہ نگار ہیں اور ان کی پہلی کہانی کا نام تھا 'دنیا کا سب سے انمول رَتن'۔ یہ کہانی ۱۹۰۷ء میں رسالہ 'زمانہ' کانپور میں شائع ہوئی۔ معین الرحمٰن سیّد کا کہنا ہے کہ پریم چند کے مقابل سیّد سجاد حیدر یلدرم کے افسانے 'صحبت ناجنس' فروری ۱۹۰۶ء کو زمانی تقدم حاصل ہے اور دلچسپ امر یہ کہ 'صحبت ناجنس' خود یلدرم کا پہلا افسانہ نہیں ہے بلکہ یلدرم کا پہلا افسانہ 'نشہ کی پہلی ترنگ' ہے جو پہلی بار 'معارف' علی گڑھ میں شائع ہوا۔ بقول سید معین الرحمٰن مجھے یلدرم کے ایک قدیم تر افسانے 'نشہ کی پہلی ترنگ' کا سراغ ملا ہے جو پہلی بار رسالہ 'معارف' علی گڑھ، شمارہ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا اور تاثر کی وحدت، کردار کے ذہنی و نفسیاتی مطالعے، کشمکش، ابتداء، عروج اور انجام کے واضح تصور یا ہر لفظ دگر اپنی 'افسانویت' کے اعتبار سے بڑا ابھرپور اور موثر ہے۔ یہ خیالستان میں شامل نہیں، لیکن بلاشبہ اب تک کے مطالعے کے مطابق اِسے اردو کا اوّلین افسانہ کہا جا سکتا ہے۔ (۸)

ایک دلچسپ بات یہ کہ جب یہ طے ہو گیا کہ اردو کا پہلا افسانہ 'نشہ کی پہلی ترنگ' ہے تو اُن کے نزدیک یہ بھی طے ہو گیا کہ اردو کا پہلا افسانہ نگار بھی 'نشہ کی پہلی ترنگ' کا خالق ہی ہو گا یعنی سجاد حیدر یلدرم، لیکن معین الرحمٰن سید نے یہ بات بہ انداز تحقیق اپنے ایک اور مقالے 'اردو کا پہلا افسانہ نگار– پریم چند؟ راشد الخیری؟ یلدرم؟'' مجلّہ 'فنون' اشاعت نومبر دسمبر ۱۹۸۹ء میں پیش کی ہے۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے یلدرم کے اس اعتراف کہ (یہ چار افسانے 'صحبتِ ناجنس'، 'خارستان وگلستان'، 'نکاح ثانی اور سودائے سنگین' مشمولہ 'خیالستان' ترکی زبان سے لیے گئے ہیں۔) پطرس نے اس خیال کی تحقیقی انداز سے نفی کی ہے جس میں پطرس نے یلدرم کے بیان کو محض انکسار یا نئی تکنیک برتنے کی معذرت کہا تھا (۹)۔ سید معین الرحمٰن نے اپنے مقالے میں ڈاکٹر ایرکن ترکمان کی تحقیق کو بنیاد بنایا ہے جس کے مطابق 'صحبتِ ناجنس' اور 'خارستان و گلستان' استنبول کے احمد حکمت مفتی اوغلو کی کہانیوں پر مشتمل ہیں۔ یاد رہے 'خیالستان' ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کے افسانے 'صحبت ناجنس' فروری ۱۹۰۶ء میں 'مخزن' لاہور میں اور 'خارستان و گلستان' مخزن لاہور میں جون، اگست، ستمبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے بالمقابل پریم چند جس کے بارے میں اردو کے نامور محققین کی رائے ہے کہ وہ اردو کا پہلا افسانہ نگار ہے۔ خود پریم چند نے 'زمانہ' کانپور کے پریم چند نمبر ۱۹۳۷ء میں انٹرویو میں 'دنیا کا سب سے انمول رتن' کو اپنا پہلا افسانہ قرار دیا جو ان کے بقول ۱۹۰۷ء میں 'زمانہ' کانپور میں چھپا (۱۰)، لیکن معین الرحمٰن نے اپنے مقالے میں اس بیان کو ناقص یادداشت کا نتیجہ قرار دیا کہ 'زمانہ' کانپور کے ۱۹۰۷ء کے جنوری تا دسمبر کسی پرچے میں یہ کہانی موجود نہیں ہے۔ معین الرحمٰن نے 'مانک ٹالا' کے حوالے سے لکھا ہے کہ پریم چند کی پہلی کہانی

'عشق دنیا اور حب وطن' ۱۹۰۸ء کے 'زمانہ' کانپور میں شائع ہوئی۔اس سے پہلے پریم چند کی کوئی کہانی ''زمانہ'' یا دوسرے رسالے میں شائع نہیں ہوئی۔یوں یلدرم کو زمانی اعتبار سے پریم چند پر زمانی تقدم حاصل ہے۔جہاں تک راشدالخیری کے اردو کے اولین افسانہ نگار ہونے کی رائے کا تعلق ہے تو سید معین الرحمٰن نے اسے قرینِ صحبت اس لیے نہیں سمجھا اگرچہ ڈاکٹر انوار احمد نے علامہ راشدالخیری کے افسانے 'نصیر اور خدیجہ' کو اردو کا پہلا افسانہ قرار دیا ہے، لیکن زمانی اعتبار سے سجاد حیدر یلدرم جن کا ایک افسانہ 'نشہ کی پہلی ترنگ' معارف علی گڑھ میں ۱۹۰۰ء میں چھپ چکا ہے اسے اردو کا اوّلین افسانہ اور یلدرم کو اردو کا اولین افسانہ نگار قرار دیا جانا قرینِ صحت ہے۔یاد رہے سید معین الرحمٰن اس تحقیقی نکتۂ نظر کو ڈاکٹر انوار احمد نے مبنی بر صحت نہیں تسلیم کیا ہے کہ 'نشہ کی پہلی ترنگ' جس کو معین الرحمٰن سید نے اردو کا اولین افسانہ قرار دیا ہے وہ طبع زاد نہیں ہے۔

ڈاکٹر معین الرحمٰن نے یلدرم کے افسانے 'نشہ کی پہلی ترنگ' کو اردو کا پہلا باقاعدہ افسانہ قرار دیا ہے جبکہ خود یلدرم نے ایک مختصر نوٹ میں یہ وضاحت کر دی تھی کہ افسانہ ترکی زبان کے رسالے 'ثروت فنون' سے ترجمہ کیا گیا ہے اور افسانہ نگار 'خلیل رُشدی' ہیں (۱۱)۔

سید تفضّل حسین (ایسوسی پروفیسر گورنمنٹ میڈیکل کالج، سری نگر) کا تحقیقی مقالہ غنی کشمیری اور غالب کا ربطِ نسائی' فنون کے تحقیقی اثاثوں میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے کہ مقالہ نگار نے فارسی کے نامور شاعر طاہر عشائی جن کا تخلص غنی تھا کے مرزا غالب کی شاعری پر اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

مقالہ نگار نے غنی کشمیری کو اہم شاعر قرار دیتے ہوئے کہا کہ غالب کا شعر:

ؔ زبانِ اہلِ زبان میں ہے مرگ خاموشی — یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانِ شمع

دراصل غنی کشمیری کے فارسی شعر:

ؔ سُلا رو شبنم از شمع کہ در بزم حریفاں — خاموش شدن مرگ بود اہلِ زبان را

کا ترجمہ ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ محمد یوسف ٹینگ صاحب نے دیوانِ غنی کے پیش لفظ میں اس بات کی نشاندہی کی ہے اور لکھا ہے کہ غالب نے غنی کا حوالہ دیئے بغیر اس کا ترجمہ کیا ہے۔اسی طرح غنی کا شعر ہے:

ؔ بسکہ در دشت جنوں داریم آتش زیرپا — حلقہ زنجیر خواید شعلۂ جوالہ شُہد

اور غالب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

ؔ بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرپا — مر کے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا

پھر اس طرح غنی کا ایک مصرعہ

ے   مے کشی در شبِ مہتاب خوش است

اور غالب کا مصرعہ

ے   پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب

اور مزید غنی کا مصرعہ

ے   خندہ ہائے گل دمید از گریہ ہائے عندلیب

اور غالب کا مصرعہ

ے   بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

اس طرح سید تفصیل حسین نے بیس سے زیادہ اشعار کی نشاندہی کی ہے جہاں غنی کشمیری کے اثرات غالب پر واضح محسوس کیے جا سکتے ہیں اور جہاں تک محمد یوسف ٹینگ کے اعتراض کا تعلق ہے تو مقالہ نگار نے رائے دیتے ہوئے کہا ہے محمد یوسف کی بات درست نہیں کیونکہ غالب نے غنی کشمیری کا اعتراف انہیں 'بیدل' کہہ کیا ہے۔

غالب نے حوالہ دیتے وقت بجائے غنی کے بیدل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ غالب کا شعر ہے:

ے   مجھے راہِ سخن میں خوفِ گمراہی نہیں غالبؔ   عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا

لوگوں نے غلط فہمی سے بیدل سے مرزا عبدالقادر بیدر مراد لیا ہے جبکہ بیدل سے غالب کا غنی کشمیری مراد تھی۔ (۱۲)

جنوری مارچ اپریل جون ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر حامد بیگ کی ایک اور تحقیقی کاوش یقیناً اہمیت رکھتی ہے کہ 'اردو کے پہلے سفر نامہ نگار' کا تعین کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ اس لیے قبل اس صنف اور اس کے ارتقاء کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر حامد بیگ کے نزدیک مغرب کی طرح اردو میں بھی 'سفر نامہ' کو تاریخ کیا گیا اور یوں از یوسف خان کمبل، جوش حیدر آبادی 'تاریخ یوسفی' کی بناء پر اردو کا اوّلین سفر نامہ نگار کہا گیا۔ ڈاکٹر حامد بیگ مرزا کے یوسف خان کمبل پوش کی شخصیت، تصوف کی طرف گہری نظر، باقی باللہ صاحب میں کلام، حضرت غوث علی شاہ سے ملاقاتیں اور 'تاریخ یوسفی' کے 'عجائبات فرنگ' کے عنوان سے طباعت اور تاریخ یوسفی کے دونوں متن کا جائزہ لینے کے بعد اس بات پر اصرار کیا ہے۔ تاریخ یوسفی از یوسف خان کمبل پوش کی بجائے تاریخ افغانستان از سید فدا حسین عرف نبی بخش کو پانچ چھ برس کا زمانی تفوق حاصل ہے۔ تاریخ یوسفی کا سنِ اشاعت ۱۸۴۷ء ہے جبکہ 'تاریخ افغانستان' کا زمانہ تصنیف وطباعت ۱۸۲۹ء کا ہے۔ (۱۳)

محمد کاظم کا 'فنون' سے تحقیقی رشتہ تسلسل اور سنجیدگی کی بنیادوں پر استوار ہوا ہے۔ ایک طرف انہوں نے عربی شاعری کا جوہر 'فنون' کو دیا تو دوسری طرف ماضی کے ان نامور ادباء اور مفکرین کے فکر وفن کو بھی 'فنون' کے

صفحات تک پہنچایا ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی حوالے سے مشرقی فکر و فلسفے سے رہا ہے۔ محمد کاظم کا مقالہ 'ابو العلا معری' عربی زبان کے نابغہ روزگار شاعر ابوالعلا معری کے احوال اور فکر و فن کی تفصیل لیے ہوئے ہے۔ بچپن میں بینائی سے محرومی کے باوجود وہ عربی زبان و ادب کا وہ حوالہ ہے جو متنبّی، بشار بن نبرد، ابونواس اور ابوتمام جیسے شعراء کی فہرست جگہ پاتا ہے۔ بلا کا حافظہ رکھنے والا یہ شاعر یاس اور نا اُمیدی کا پرچارک ہے۔ زندگی کو دُکھوں اور آلام کا گھر سمجھتا ہے اور محض اس لیے شادی نہیں کرتا کہ اولاد پیدا ہونے کی صورت میں کچھ اور جانیں اس دنیا میں ظلم سہنے آ جائیں گی۔ روایتی طرز سے ہٹ کر فکر کو اہمیت دیتا ہے اور ایمان و وجدان کے مقابل عقل و خرد کو برتر وسیلہ علم قرار دیتا ہے۔(۱۴)

محمد کاظم نے 'فنون' کے شمارے اگست دسمبر ۱۹۹۹ء میں 'اخوان الصفا' کے عنوان سے اپنے مضمون میں عباسی دور کے مسلم اہلِ فکر کی تنظیم 'اخوان الصفا' کی فکری جہتوں سے پردہ اُٹھاتے ہوئے بتایا کہ اس تنظیم کے ارکان ہر بارہ روز بعد ہونے والے اجلاس میں جس موضوع پر تفکر کرتے تھے اس کی روداد خفیہ ذرائع سے ان ارکان تک پہنچاتے تھے جو ان اجلاسوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے فکر و فن پر باون رسائل مرتب کیے اور ان میں اپنے وقت کے تمام علوم و فنون کا احاطہ کیا۔ جن میں علم الاعداد سے جیومیٹری، علم ہیئت، جغرافیا، موسیقی، منطق، معدنیات، موسمیات، نباتات، علم الحیوانات، علم الاعضا، علم الجنین اور بشریات شامل ہیں۔ ان رسائل کی تدوین میں جو اہم نام شامل ہیں ان میں:

۱۔ابوسلمان، محمد بن معشر البستی المقدسی ۲۔ ابوالحسن علی بن ہارون الزنجانی ۳۔ابواحمد المرحانی
۴۔ابوالحسن العوفی ۵۔ زید بن رفاعہ

محمد کاظم کے مطابق یہ نام مشہور عرب ادیب ابوسلیمان توحیدی نے ظاہر کیے ہیں جس کی بغداد کے حاکم صمصام الدولہ کے ایک وزیر ابوعبداللہ الحسین سے رات رات بھر علمی بحث ہوتی رہتی تھی۔ ابوحیان نے ان مباحث کی چالیس راتوں کی روداد کو تصنیف کی شکل دی جس کا نام 'الامتاع والموانسۃ' ہے۔

محمد کاظم نے اپنے مقالے کے دوسرے حصے میں 'اخوان الصفا' کے سیاق و سباق کو متعین کیا ہے۔ ان کے مطابق فتوحات کا سلسلہ بڑھنے سے مسلمانوں کے دیگر مذاہب والوں سے روابط بڑھے تو اسلام پر اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات کی تلاش نے علمِ کلام کو جنم دیا۔ اس دور کے برعکس عباسی خلیفہ منصور کے عہد میں طب، فلکیات، کیمیا اور دیگر علوم میں یونانی اور ہندی کتابوں کے عربی تراجم نے متکلمین کی جگہ فلاسفر اور مفکرین پیدا کرنا شروع کیے۔ یونانی فلسفے اور اسلامی عقائد میں موافقت کی خواہش میں کندی، ابوبکر رازی اور فارابی جیسے مفکرین عربی دُنیا میں پیدا ہوئے۔ اس طرح علمی اور فکری پس منظر میں 'اخوان الصفا' جیسی جماعت سامنے آتی ہے جس کے ہاں

عقلی معیارات کو اہمیت دی گئی۔ محمد کاظم نے اخوان الصفا کے فکری نظام، ان کی مابعد الطبیعات کے بارے میں تفصیلی اظہارِ خیال کیا ہے۔ بیسویں صدی کی ابتداء سے پنجاب بالخصوص لاہور میں اُردو ادبی رسائل کی تحقیق کی روایت کو متشکل کرنے میں جن اُردو ادبی رسائل کا تذکرہ ضروری ہے اُن میں ’مخزن‘ لاہور، ’ہمایوں‘ لاہور، ’نیرنگ خیال‘ لاہور، ’ادبی دنیا‘ لاہور، ’ادب لطیف‘ لاہور، ’نقوش‘ لاہور، ’صحیفہ‘ لاہور کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

لیکن یہ وہ ادبی رسائل ہیں جن میں تحقیق ایک ضرورت کے طور پر سامنے آئی ہے اور جہاں یہ رسائل تخلیقی سطح پر مختلف رجحانات کے نمائندہ رہے ہیں۔ وہاں ان میں عموماً تنقیدی مقالات بھی شائع ہوتے رہے ہیں اور ہر اشاعت میں ایک یا دو مقالات تحقیق کے بھی شامل رہے ہیں۔

مجلّہ ’’فنون‘‘ لاہور کے تحقیقی سرمائے اور محققانہ کاوشوں کو ’’اورینٹل کالج میگزین‘‘ اور ’صحیفہ‘ کی تحقیقی روایت کے پسِ منظر میں جانچنے کے بجائے دیگر ادبی رسائل کی تحقیقی روایت کے پسِ منظر میں سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ ’فنون‘ نے اپنی اولین اشاعت سے ہی جن مقاصد کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ ان میں تحقیق کے اختصاص کا کوئی دعویٰ نہیں تھا بلکہ ’فنون‘ نے اپنی پیشانی پر جو عزائم رقم کیے تھے (تخلیقی ادب کا رفتار پیما) ان کی نوعیت تو تخلیقی تھی اور مدیر ’فنون‘ نے پہلی اشاعت میں ’حرفِ اوّل‘ (اداریہ ’فنون‘) میں جس تحرک، مکالمے اور اختلاف کی بات کی تھی۔ اِس کی جہت تنقیدی ہی بنتی ہے لیکن ’فنون‘ نے اپنی غالب جہات (تخلیقی و تنقیدی) کے باوجود تحقیق کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ بلکہ اپنے ابتدائی شمارے سے ہی تحقیق کو اپنی فہرست میں شامل رکھا ہے۔ جو جس امر کا غماز ہے کہ مدیر فنون کے نزدیک جس کی اپنی ادبی شخصیت کے نمایاں رجحانات تخلیقی اور تنقیدی ہیں، تحقیق بھی اہمیت کی حامل ہے اور یہ بھی کہ ایک معیاری ادبی جریدہ اگر اپنے عہد کے تخلیقی امکانات کا مظہر ہوتا ہے تو اس کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ان حقائق اور سچائیوں کا بھی کھوج لگائے جو گزرتے وقت کے قافلے کی گرد سے، یا تعصّبات یا تفاخر کے غیر لچکدار دلوں کی بدولت نظروں سے اوجھل رہے ہیں یا ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس احساس کے پیش نظر فنون، کے صفحات، ادبی رجحانات میں تغیر، ضخامت میں کمی بیشی، اشاعت میں دورانیے کی تبدیلیوں کے باوجود بھی تحقیقی مقالات سے خالی نہیں ہوئے۔ بلکہ کوئی نہ کوئی ایسی تحقیقی کاوش فنون، کے تحقیقی سرمایے میں اضافہ کرتی رہی ہے۔ اس سے نہ صرف نامور محققین کی تحقیق منظر عام پر آتی رہی بلکہ تحقیق کے نو وارد بھی اپنی صلاحیتوں کے لیے حوصلہ افزائی پاتے رہے۔ جہاں تک تحقیقی مقالات کا تعلق ہے تو ’’فنون‘‘ کی تحقیق کا غالب رنگ لسانی تحقیق، تاریخی تحقیق کا ٹھہرتا ہے۔ اس کے علاوہ ادبی شخصیات اور کسی بڑے ادیب کی ابتدائی نقارشات کو ’’فنون‘‘ بھی نے اپنی تحقیق کے محیط میں شامل کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۲۵ء، ص ۳
۲۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، غالب کے غیر مطبوعہ خطوط، مجلّہ 'فنون' لاہور، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۰
۳۔ ایضاً
۴۔ ایضاً
۵۔ محمد اکرام چغتائی، مائل دہلوی کا ایک اہم تاریخی قطعہ، مشمولہ مجلّہ 'فنون' لاہور، دسمبر ۱۹۶۶ء، ص ۲۳۷
۶۔ ایضاً ص ۲۳۹
۷۔ ایضاً ص ۳۷۳
۸۔ معین الرحمٰن سید، اردو کا پہلا افسانہ، مشمولہ 'فنون' لاہور، مئی جون ۱۹۶۹ء، ص ۴۰۸
۹۔ معین الرحمٰن سید، اردو کا پہلا افسانہ نگار، مشمولہ مجلّہ 'فنون' لاہور، نومبر دسمبر، ۱۹۸۹ء، ص ۵۳
۱۰۔ ایضاً ص ۵۶
۱۱۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اردو افسانہ-ایک صدی کا قصہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۴۴
۱۲۔ تفصیل حسین سید، غنی کشمیری اور غالب کا ربط نہانی، مشمولہ 'فنون'، اگست دسمبر ۱۹۹۹ء، ص ۸۰
۱۳۔ حامد بیگ مرزا، ڈاکٹر، اردو کا پہلا سفر نامہ نگار، مشمولہ 'فنون' جنوری مارچ اپریل جون ۱۹۹۸ء، ص ۵۸
۱۴۔ محمد کاظم، ابوالعلا معری، مشمولہ 'فنون' جنوری مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۵۲

❀......❀......❀